حافظ زبیر علی زئی*

غامدی صاحب کے ایک سوال کا جواب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی تجویز کس نے پیش کی تھی، اس کے بارے میں جاوید احمد غامدی صاحب نے لکھا ہے:

''روایات بالکل واضح ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدہ کے نکاح کی تجویز ایک صحابیہ حضرت خولہ بنت حکیم نے پیش کی۔ اُنھی نے آپ کو توجہ دلائی کہ سیدہ خدیجہ کی رفاقت سے محرومی کے بعد آپ کی ضرورت ہے کہ آپ شادی کرلیں، یا رسول اللّٰہ، کانی اراك قد دخلتك خلة لفقد خديجة... افلا اخطب عليك؟، (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد ۸/ ۵۷)

آپ کے پوچھنے پر اُنھی نے آپ کو بتایا کہ آپ چاہیں تو کنواری بھی ہے اور شوہر دیدہ بھی۔ آپ نے پوچھا کہ کنواری کون ہے، تو اُنھی نے وضاحت کی کہ کنواری سے اُن کی مراد عائشہ بنت ابی بکر ہیں۔ (احمد بن حنبل، رقم ۲۵۲۴۱)

بیوی کی ضرورت زن و شو کے تعلق کے لیے ہوسکتی ہے، دوستی اور رفاقت کے لیے ہوسکتی ہے، بچوں کی نگہداشت اور گھر بار کے معاملات کو دیکھنے کے لیے ہوسکتی ہے۔

یہ تجویز اگر بقائمی ہوش وحواس پیش کی گئی تھی تو سوال یہ ہے کہ چھ سال کی ایک بچی ان میں سے کون سی ضرورت پوری کرسکتی تھی، کیا گھر بار کے معاملات سنبھال سکتی تھی؟ سیدہ کی عمر کے متعلق روایتوں کے بارے میں فیصلے کے لیے یہ قرائن میں سے ایک قرینہ نہیں، بلکہ ایک بنیادی سوال ہے۔'' (ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، جولائی ۲۰۱۲ء ص ۲۶)

عرض ہے کہ سب سے پہلے یہ واضح ہونا چاہئے کہ یہ ''روایات'' نہیں بلکہ صرف ایک حسن غریب روایت ہے جسے ابن سعد اور امام احمد بن حنبل (ج ۶ ص ۲۱۰۔۲۱۱، موسوعہ حدیثیہ ج ۴۲ ص ۵۰۱۔۵۰۴ ح ۲۵۷۶۹) وغیرہما نے محمد بن عمرو (بن علقمہ اللیثی) عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف و یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب کی سند سے بیان کیا ہے۔

محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی رحمہ اللہ مختلف فیہ راوی، لیکن جمہور کی توثیق کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں۔

---

*سرپرست ماہنامہ ''الحدیث''، حضرو۔

روایت کے متصل یا مرسل ہونے کے بارے میں بھی اختلاف ہے، حافظ ہیثمی نے اس روایت کے اکثر حصے کو مرسل قرار دیا ہے، جبکہ حافظ ابن حجر العسقلانی کے نزدیک اس کی سند حسن (یعنی متصل) ہے۔
(دیکھئے مجمع الزوائد ج۹ ص۲۲۵۔۲۲۶، فتح الباری ج ۷ ص ۲۲۵ تحت ح ۳۸۹۶)

ہمارے نزدیک حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہاں تحقیق راجح ہے اور یہ سند ''حسن لذاتہ غریب'' ہے۔

طبقات ابن سعد اور مسند احمد دونوں کتابوں میں اسی روایت کے متن میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ ''وعائشه یومئذ بنت ست سنین'' (اور اس دن عائشہ چھ سال کی بچی تھیں)۔

اس صریح عبارت کو چھپا کر غامدی صاحب نے خیانت کی ہے، لہٰذا ان پر یہ فرض ہے کہ وہ اس خیانت سے توبہ کا اعلان کریں اور ان کا اشارتاً یہ لکھ دینا کافی نہیں کہ ''روایت کا یہ داخلی تضاد کس طرح دور کیا جائے گا؟''!

اگر یہ روایت متضاد ہے تو ضعیف کی ایک قسم ہوئی اور اس سے استدلال حجت نہ رہا، لہٰذا صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کی حدیث کے مقابلے میں اسے پیش کرنا فضول ہے اور اگر یہ روایت حسن ہے تو صریح عبارت کے مقابلے میں غامدی صاحب کے خود تراشیدہ مفہوم کی کیا حیثیت ہے؟!

اصل بات یہ ہے کہ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیحد پریشان رہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت سیدہ خولہؓ نے آپ کو دو شادیاں کرنے کا مشورہ دیا، جسے آپ نے قبول فرما لیا۔

۱: سودہ رضی اللہ عنہا ۲: عائشہ رضی اللہ عنہا

بچیوں کی دیکھ بھال، رفاقت اور دوسرے اُمور کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ سے تین سال یا کچھ زیادہ عرصے پہلے ہی شادی کر لی اور اس کے کچھ عرصہ بعد سیدہ عائشہؓ سے نسبت طے پا گئی، یا نکاح ہو گیا اور ۲ ہجری میں رخصتی ہوئی۔ (نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۶۵، ۱۳۵)

یہاں ایسی کسی بات کا نام نشان تک نہیں کہ سیدہ خولہ k نے سیدہ سودہ یا سیدہ عائشہؓ (یعنی دو میں سے کسی ایک) سے نکاح کا مشورہ دیا تھا، بلکہ انھوں نے دونوں سے شادی کا مشورہ دیا تھا۔

۱: ایک (سودہ رضی اللہ عنہا) سے فوراً تاکہ آپ کو رفاقت حاصل ہو جائے۔

۲: دوسری (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے بعد میں تاکہ وہ آپ کی گھریلو زندگی اور علم کا بہت بڑا ذخیرہ یاد کر لیں اور دو ہزار سے زیادہ حدیثوں کا گلدستہ اُمت کے سامنے پیش کر دیں۔

یاد رہے کہ روایت میں ''إن شئت بكرًا و إن شئت ثيبًا'' کے الفاظ ہیں، یعنی اگر آپ چاہیں تو ایک بکر (لڑکی) اور اگر آپ چاہیں تو ایک ثیب (شوہر دیدہ) اور یہ الفاظ ہرگز نہیں کہ ''إن شئت بكرًا، أو إن شئت ثيبًا'' یعنی اگر آپ چاہیں تو ایک لڑکی، یا اگر آپ چاہیں تو ایک شوہر دیدہ عورت ہے۔

یہاں او (یا) اختیاری نہیں بلکہ واؤ ہے، نیز اس روایت میں دونوں سے فوراً (اسی وقت) نکاح کی صراحت بھی ہرگز موجود نہیں۔

عربی میں بکر (الجاریۃ) اس لڑکی کو کہا جاتا ہے جس سے جماع نہ کیا گیا ہو۔ (دیکھیے: لسان العرب ج ۴ ص ۷۸

ب مادہ: بکر)

آخر میں عرض ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود بتایا ہے کہ ان کا نکاح چھ یا سات سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ یہ گواہی درج ذیل شاگردوں نے ان سے نقل فرمائی ہے:

۱: عروۃ بن الزبیر رحمہ اللہ، جو سیدہ عائشہ کے بھانجے تھے۔ (صحیح بخاری:۳۸۹۶، صحیح مسلم:۱۴۲۲)

۲: اسود بن یزید رحمہ اللہ (صحیح مسلم:۱۴۲۲)

۳: عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ (المستدرک للحاکم ۴/۱۰ ح ۶۷۳۰ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

۴: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ (سنن النسائی ۶/۱۳۱ ح ۳۳۸۱ وسندہ حسن)

۵: یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب رحمہ اللہ (مسند ابی یعلیٰ:۴۶۷۳ وسندہ حسن)

درج ذیل تابعین کرام سے بھی اس مفہوم کے صریح اقوال ثابت ہیں:

۱: عروۃ بن الزبیر رحمہ اللہ (صحیح بخاری:۳۸۹۶، طبقات ابن سعد ۸/۶۰ وسندہ صحیح)

۲: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ (مسند احمد ۶/۲۱۱ ح ۲۵۷۶۹ وسندہ حسن)

۳: یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب رحمہ اللہ (ایضاً وسندہ حسن)

۴: ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۲۶ ح ۶۲ وسندہ حسن)

۵: زہری رحمہ اللہ (طبقات ابن سعد ۸/۶۰ وھو حسن)

بلکہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بارے میں لکھا ہے:

''مالا خلاف فیہ بین الناس'' اور لوگوں میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں۔

(البدایہ والنہایہ ۳/۱۲۹، دوسرا نسخہ:۳/۳۷۵)

کیا غامدی صاحب اور ان کے تمام حواری کسی صحیح یا حسن لذاتہ حدیث، صحیح وثابت قولِ صحابی، صحیح وثابت قولِ تابعی یا خیر القرون کے کسی ثقہ امام سے صراحتاً یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت اُن کی عمر چھ سال یا سات سال نہیں تھی اور ان کی رخصتی کے وقت نو سال عمر نہیں تھی؟

صرف ایک صحیح وصریح حوالہ پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

قارئین کرام کی خدمت میں بطورِ فائدہ عرض ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی ایک حدیث (خ ۳۸۹۵، م ۲۴۳۸) سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح کو اللہ کی طرف سے سمجھتے تھے۔

(۲۹/ رمضان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۸/ اگست ۲۰۱۲ء)